کی آبادی ۹ء۵ فیصد ہے۔ کچھ عرصے سے اس صوبے میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان شدید تناؤ کی کیفیت ہے۔ اس تناظر میں صوبے کے مسلمان گورنر کو ایک مسلمان رہنما نے مشورہ دیا کہ بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیا جائے۔ گورنر نے تجویز سے اتفاق کیا اور ۲۴ ستمبر ۱۹۹۶ء کو مختلف مذاہب کے رہنماؤں کے درمیان مکالمے کا آغاز ہوا۔ گورنر نے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مذہبی رہنماؤں سے اپیل کی کہ وہ اپنی اپنی برادریوں کو ٹکراؤ سے اجتناب کا مشورہ دیں۔

مسلم - مسیحی اختلافات کی خلیج کچھ عرصے سے اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ دسمبر ۱۹۹۵ء میں ایک پروٹسٹنٹ چرچ کو آگ لگا دی گئی تھی۔ اسی طرح مسلمان رہنماؤں نے ایک کیتھولک پادری جیکوبس ایبی لینس پر اسلام مخالف پمفلٹ تقسیم کرنے اور مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں داخل کرنے کا الزام لگایا ہے۔ جیکوبس ایبی لینس اور دوسرے پادریوں کی ایسی جارحانہ سرگرمیوں سے مسلم - مسیحی تعلقات خراب سے خراب تر ہو گئے۔

مسلمان گورنر کی جانب سے مکالمہ کی دعوت پر تمام مذاہب کے رہنما مل بیٹھے ہیں اور انہوں نے مکالمہ جاری رکھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ کیپوچین برادری کے پادری (جو صوبائی دارالحکومت پون ٹیانک کے ڈایوسیس کے سربراہ ہیں) نے کہا ہے کہ وہ گورنر کی کوششوں کی تائید کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان رہنما محمد شعیب نے کہا کہ مکالمے سے دینی رہنماؤں کو حالات کے سمجھنے میں مدد ملی ہے اور دوسروں کے مذاہب کے بارے میں مثبت رویّہ اختیار کرنے میں اس سے سہولت ہو گی۔

پاکستان: "ہمارے بچے دوسری شادی کے لیے مسلمان ہو جاتے ہیں" — مسیحی رہنماؤں کا موقف

[کچھ عرصہ پہلے چند مسیحی رہنماؤں نے روزنامہ "پاکستان" (لاہور) سے شادی بیاہ کے مسائل پر گفتگو کی تھی جو بعد ازاں پندرہ روزہ "شاداب" (لاہور) کے کالموں میں نقل کی گئی۔ ذیل میں یہ گفتگو معاصرین مذکور کے شکریے سے نقل کی جاتی ہے۔ مدیر]

مسیحی لڑکی شادی کے لیے والدین کی مرضی کی پابند ہے۔ اس امر کا اظہار مختلف مسیحی رہنماؤں نے "پاکستان" سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ لڑکی والدین کی مرضی پر نہیں چلتی تو وہ مجرم ہے۔ یونس مسیح، چودھری دانیال مسیح، مسندر مسیح نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ دس بارہ برس قبل شادی سے ایک ماہ پہلے چرچ میں پوسٹر لگ جاتے تھے اور اعلان ہوتا تھا کہ فلاں لڑکی کا فلاں

کے بیٹے سے نکاح ہوگا۔ اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ فادر سے رابطہ کر کے اپنے اعتراضات پیش کر سکتا ہے، لیکن اب ہماری قوم یہ تمام رسم و رواج بھول چکی ہے اور ان رسومات کو فرسودہ سمجھتے ہوئے چھوڑ چکی ہے۔ یوسف مسیح اور برادر یعقوب نے کہا کہ لڑکی والدین کے حکم کی پابند ہوتی ہے، عیسائیت میں لڑکی کی عمر [بغرض نکاح] ۲۱ سال مقرر ہے، لیکن اب اس میں ترمیم ہو چکی ہے اور ۱۸ سال میں شادی ہو سکتی ہے۔ اگر لڑکی کھاتے پیتے گھرانے کی ہے تو اس صورت میں ۱۵-۱۶ سال کی عمر میں بھی شادی ہو جاتی ہے۔

[مسیحی رہنماؤں نے] اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے رہنما اور فادر ایک ہی شادی کے پابند ہیں۔ اگر اُن کی پہلی بیوی فوت ہو جائے تو دوسری شادی کر سکتے ہیں، لیکن پہلی بیوی کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کر سکتے۔ اگر دوسری شادی کریں تو انہیں عیسائی مشن سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ رفیع، صدیق مسیح، نعیم جولیس نے کہا کہ اگر مسیحی لڑکی گھر سے بھاگ کر شادی کرے تو اس پر خاندان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ وہ جب تک دوسرا مذہب نہیں چھوڑتی، اُسے واپس اپنے مذہب [کذا، خاندان] میں داخلے کی اجازت نہیں ہے۔ ریاض شکیل مسیح نے کہا کہ انجیل مقدس میں شادی کی عمر ۲۱ سال درج ہے، لیکن کوئی بھی بائبل کی تعلیمات اور احکام پر عمل نہیں کرتا۔ اگر لڑکی گھر سے بھاگ کر شادی کرے تو اس طرح پیدا ہونے والی اولاد ناجائز تصور ہوگی۔ جاوید نعیم نے کہا کہ ہمارے مذہب میں مردے کے لیے صرف دسواں کرتے ہیں، ساتوں اور چالیسواں نہیں کرتے۔

جاوید نے کہا کہ جب کوئی لڑکی یا لڑکا اسلام قبول کرے تو اُسے ہم اپنے مذہب [کذا، خاندان] سے خارج کر دیتے ہیں۔ جیمن مسیح، رکھا مسیح اور خالد جاوید مسیح نے کہا کہ ہمارے بھی مختلف فرقے ہیں۔ گا اُنھوں نے کہا کہ اگر والدین نیک لڑکی کا نکاح نشئی، چور، ڈاکو اور مجرم کے ساتھ کر دیتے ہیں تو وہ مجرم ہیں۔ اگر نوجوان لڑکی بیوہ ہو جائے تو وہ اپنے کنوارے یا رنڈوے دیور یا جیٹھ سے شادی کر سکتی ہے۔ اگر کوئی عیسائی لڑکی اور لڑکا دوسری تیسری شادی کرنا چاہے تو عارضی طور پر اسلام قبول کر کے کرتا ہے۔ وہ صرف وقتی طور پر اسلام کا سہارا لیتے ہیں، کچھ دن گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے مذہب میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ مجرم ہیں، کیوں کہ وہ ساری زندگی زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (پندرہ روزہ "شاداب"، لاہور - ۱۶ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء)